

سلسلہ
موعظ حسنہ
نمبر ۸۸

ایمان اور عمل صالح کا ربط



شیخ العرب والعجمہ عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کلکتہ اقبال کالج



سلسلہ موعظہ حسنہ نمبر ۸۸

ایمان اور عمل صالح کا ربط

شیخ العرب العارف بالله محمد زوانہ
والتحفة عارف بالله محمد زوانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت و ارشاد

خلیفہ الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
رحمۃ اللہ علیہ

پہ فیض صحبت ابرار یہ دور و محبت سے
 محبت تیرا صحبت ہے ثمر میں تیرے نازوں کے
 یہ امید یہ صحبت دو مستوا سکی اشاعت سے
 جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے نازوں کے

* انتساب *

* **فیض اللذات عارفانہ** جو زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد شاہ صاحب مدظلہ العالی کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محل اشاعت حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی

اور

* حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب مدظلہ العالی

اور

* حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب مدظلہ العالی

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

- وعظ : ایمان اور عمل صالح کا ربط (قرآن پاک کی روشنی میں)
- واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- تاریخ و وعظ : ۱۷ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۹۹ء بروز جمعہ المبارک
- مقام : مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ اشرفیہ
- مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)
- تاریخ اشاعت : ۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
- زیر اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
- پوسٹ بکس: 11182 رابطہ: +92.21.34972080، +92.316.7771051
- ای میل: khanqah.ashrafia@gmail.com
- ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و مجاہدین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیر نگرانی شیخ العرب والجمع عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والجمع عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبہ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

- ۵..... بالطف حیات کے حصول کا طریقہ
- ۶..... از روئے حدیث پاک گناہ کی دو علامات
- ۶..... داڑھی کتنی بڑی رکھنی چاہیے؟
- ۷..... اہل باطل سے حق پر استقامت کا سبق
- ۸..... اکثریت سے متاثر نہ ہونا مؤمن کی شان ہے
- ۹..... بد نظری کے حرام ہونے کی دل نشیں توجیہ
- ۹..... بد نظری سے چین ملنا ناممکن ہے
- ۱۰..... عورتیں بھی ولی اللہ ہو سکتی ہیں
- ۱۰..... ٹی وی بیچنے کا شرعی مسئلہ
- ۱۱..... آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا... الخ کی ایک علمی شرح
- ۱۱..... اعمالِ صالحہ کے مدارجِ ایمان کے مدارج پر موقوف ہیں
- ۱۲..... معصیت اور عمل صالح میں تضاد ہے
- ۱۳..... خانقاہوں میں جانے کا مقصد کیا ہے؟
- ۱۴..... نعمت برائے شکر اور منعم برائے ذکر ہے
- ۱۵..... عمل صالح پر بالطف حیات کا وعدہ
- ۱۵..... بد نظری کے خلاف جہادِ کارِ تجدید ہے
- ۱۶..... حفاظتِ نظرِ تقویٰ کی سرحدوں کی حفاظت ہے
- ۱۷..... اللہ کے عشاق کی نقل سے اللہ کی محبت بڑھتی ہے
- ۱۸..... چائگام کے نام کی ایک دلچسپ شرح
- ۱۸..... اولیاء اللہ باعتبارِ روحِ عرشِ اعظم سے رابطہ رکھتے ہیں
- ۱۹..... پہلے مرشد کے بعد دوسرے مرشد کی ضرورت
- ۲۰..... اللہ کی محبت کے بغیر علم کی لذت نہیں مل سکتی
- ۲۲..... ولایت کے دو اجزا
- ۲۳..... مال خرچ کرنے کے بہترین مصارف

ایمان اور عمل صالح کا ربط

(قرآن پاک کی روشنی میں)

أَحْمَدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَّمَ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى، أَمَا بَعْدُ

فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّاهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۗ

بالمطف حیات کے حصول کا طریقہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** جو شخص عمل صالح کرے گا

مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ چاہے مرد ہو یا عورت، دونوں میں مساوات ہے **عَلَىٰ سَبِيلِ النَّسَاوِی**

وَعَلَىٰ سَبِيلِ الْمَسَاوَاةِ دونوں کے لیے ہمارا وعدہ ہے کہ ہم دونوں کو ضرور بالضرور بالمطف

زندگی دیں گے، کیوں کہ مرد و عورت دونوں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے

دونوں کو نعمت بالمطف حیات سے مشرف فرمایا ہے لیکن ایک شرط پر فرمایا کہ **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا**

جو نیک عمل کرے گا۔ اس مثبت شرط میں منفی شرط موجود ہے کہ غیر صالح عمل نہ کرے۔

معلوم ہوا کہ بالمطف زندگی نافرمانی سے نہیں پاؤ گے۔ اس لیے چوری چھپے حرام مزہ حاصل

کر کے زندگی کو غیر شریفانہ طور پر ضائع نہ کرو کیوں کہ بالمطف حیات میرے ہاتھ میں ہے، جو تم

کو حیات دے سکتا ہے وہ بالمطف حیات نہیں دے سکتا؟



ازرؤئے حدیث پاک گناہ کی دو علامات

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** کی شرط لگائی ہے کہ جو نیک عمل کرے گا، صالح عمل کرے گا، اچھا عمل کرے گا اور اچھا عمل کیا ہے؟ جس سے ہم خوش ہوں، اور بُرا عمل کیا ہے؟ جس سے ہم ناراض ہوں، اس کے لیے آپ کو کنز الدقائق پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہی فارمولا اور تھرما میٹر سامنے رکھ لو کہ جب کوئی عمل کرو تو اپنے دل سے پوچھ لو کہ یہ عمل اچھا ہے یا بُرا، اور یہ آپ کا دل بتا دے گا کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کی دو علامات ارشاد فرمادیں:

الْأَثَمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ ۝

۱۔ **الْأَثَمُ مَا حَاكَ فِي صَدْرِكَ** گناہ کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہو جائے، دل میں تردد پیدا ہو جائے کہ میں یہ کیا کر رہا ہوں، کسی گناہ سے گناہ گار خود بھی مطمئن نہیں ہوتا۔ اسی لیے گناہ کرنے کے بعد وہ شرمندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہ شرمندہ ہونا دلیل ہے کہ ہم سے گناہ ہو گیا۔ آدمی نیک کام کر کے کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ نماز پڑھ کے، تلاوت کر کے، کسی اللہ والے سے ملاقات کر کے، عمرہ کر کے یا حج کر کے کسی کو شرمندگی ہوتی ہے؟ تو شرمندگی ہونا اور دل میں کھٹک ہونا ایک علامت ہو گئی۔

۲۔ اور دوسری علامت ہے **وَكَرِهْتَ أَنْ يَطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ** اور تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ کوئی تمہارے گناہ کو نہ جان لے، اب ہر طرف دیکھ رہا ہے کہ کوئی دیکھ نہ لے کوئی جان نہ جائے اور کسی کے دیکھنے سے اپنے گناہ کو کیوں چھپا رہا ہے؟ تاکہ وہ جان نہ جائے کہ صورت ہم چنیں اور عمل ہم چنیں۔ تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گناہ کی دو علامات بتادیں۔ گناہ کا جو کام بھی کرے گا ان دو علامات سے اس کا خروج نہیں ہو گا، گناہ کے لیے یہ دو علامات لازمی ہیں چاہے صورت بگاڑو چاہے سیرت۔

داڑھی کتنی بڑی رکھنی چاہیے؟

جو سنت کے خلاف صورت اختیار کرتا ہے اس کا دل اندر سے ملامت کرتا ہے کہ



میں کیوں داڑھی منڈا رہا ہوں یا کاٹ رہا ہوں، داڑھی منڈانا بھی حرام ہے اور ایک مٹھی سے کم کاٹنا بھی حرام ہے، پھر کتنی داڑھی رکھنا جائز اور واجب ہے؟ ایک مٹھی کے برابر سامنے سے، ایک مٹھی کے برابر سیدھے ہاتھ سے اور ایک مٹھی کے برابر بائیں ہاتھ سے۔ جب داڑھی ایک مٹھی سے بڑھ جائے تو بے شک آپ زائد داڑھی کاٹ دیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہمیشہ ایک مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ دیا کرتے تھے، اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑے پیر صاحب فرماتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مٹھی سے زائد داڑھی کاٹ دیا کرتے تھے۔ پلائنگ کے لیے تحریر کی ضرورت نہیں ہوتی، اگر افسرِ اعلیٰ ایک پتھر لگا دے تو اس کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے تو ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری صورت و سیرت کے افسرِ اعلیٰ ہیں۔ انہوں نے یہ پلائنگ کر دی کہ ایک مٹھی کے بعد داڑھی کاٹ سکتے ہو۔ اور ریش بچہ یعنی داڑھی کا بچہ کاٹنا بھی حرام ہے، یہ ہمیشہ بچہ ہی رہتا ہے چاہے آپ ستر سال کے ہو جائیں یہ بچہ ہی رہے گا، اسی لیے اس کا نام ریش بچہ ہے یعنی داڑھی کا بچہ۔

اگر یہ ریش بچہ منہ میں گھستا ہے تو تیل لگا کر نیچے کر دو، اگر آپ کا چھوٹا سا بچہ نادانی سے آپ کے منہ میں انگلی گھسائے تو آپ اس کی انگلی نہیں کاٹیں گے، اسے سمجھائیں گے کہ بیٹا باپ کے منہ میں انگلی نہیں ڈالتے۔ تو جو داڑھی منڈانے یا کاٹنے کا گناہ کرتا ہے تو یہ صورت اس کے دل میں بھی کھٹکتی ہے کہ یا اللہ! ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو داڑھی رکھی تھی اور ہم یہ کیا کر رہے ہیں کہ آپ کی شکل کے خلاف جا رہے ہیں۔

اہل باطل سے حق پر استقامت کا سبق

سکھ جو باطل مذہب والا ہے وہ اپنے گرونانک پر جان دیتا ہے، داڑھی رکھتا ہے، پگڑی باندھتا ہے، کافر تو اپنے پیشواؤں پر جان دے رہا ہے اور کہیں بھی جائے چاہے ریل میں اکیلا بیٹھا ہو اور ہزاروں آدمی سب داڑھی منڈے ہوں مگر کسی سکھ کو آپ نہیں دیکھیں گے کہ وہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو اور کہے کہ بھئی! کیا کریں مجبوری ہے سب کے سب ہی داڑھی منڈے ہیں۔ انڈیا کے بعض شہروں میں سکھوں کے ایک دو ہی گھر ہیں مگر وہاں بھی وہ داڑھی اور پگڑی کے



ساتھ دندناتے پھرتے ہیں۔ اگرچہ کفر کی وجہ سے ان کی داڑھی اور پگڑی ان کے لیے آخرت میں کچھ مفید نہیں لیکن کیا ہمت ہے ان کی! ہم سب کو اس سے سبق لینا چاہیے۔

اکثریت سے متاثر نہ ہونا مومن کی شان ہے

اسی لیے کہتا ہوں کہ اکثریت مت دیکھو کہ صاحب اکثریت داڑھی نہیں رکھتی اس لیے ہمیں بھی ہمت نہیں ہوتی، کیا سورج ستاروں کی اکثریت دیکھتا ہے؟ حالاں کہ سورج ایک ادنیٰ مخلوق ہے اشرف لخلوقات بھی نہیں ہے، ولی اللہ بھی نہیں ہے سورج تو ولی اللہ کی خدمت کے لیے ہے، وہ تو خادم الاولیاء ہے سورج چاند، ستارے اور یہ آسمان وزمین اور سمندر اور پہاڑ یہ سب خادم الاولیاء ہیں اولیاء نہیں ہیں۔ عجیب معاملہ ہے کہ سورج ستاروں کی اکثریت سے نہ ڈرے بلکہ دندناتا ہوا نکلے اور ستاروں کو روپوش کر دے **عَلَىٰ مَعْرَضِ الْفَنَاءِ** کر دے، کالعدم کر دے تو اپنی آفتابیت سے مومن کی شان بھی یہی ہے کہ اپنے ایمان کی آب و تاب سے سارے عالم کو کالعدم کر دے۔

جہاں جاتے ہیں ہم تیر افسانہ چھیڑ دیتے ہیں

کوئی محفل ہو تیرا رنگِ محفل دیکھ لیتے ہیں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی منڈی میں غلہ خرید رہے تھے، عیسائیوں کا ملک تھا لیکن آپ کی وہی داڑھی اور وہی لباس تھا اور منڈی میں بھی آپ اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت رسالت بیان فرما رہے تھے۔ یہ ہے ایمان! ایمان کافر کی کھوپڑی پر بھی دندناتا اور تنفتاتا ہے، یہ نہیں کہ لندن جا کر سب بھول گئے، میموں کی موم کی بتیاں دیکھ کر اپنی بتی بھول گئے۔

اسی طرح پاجامہ یا لنگی ٹخنے سے اوپر کرنا کیا مشکل ہے بھائی، اگر سردی ہے تو گرم موزہ پہن لو، گرمی ہے تو ٹھنڈا موزہ پہن لو، شریعت کا کوئی کام مشکل نہیں، سب آسان ہے البتہ اس کے خلاف مشکل ہے۔ نظر کی حفاظت کتنی آسان ہے، کسی کو نہ دیکھو بے خبر رہو کہ یہ کیسا ہے یا کیسی ہے، بے خبر رہنا آسان ہے یا باخبر ہونا؟ جب باخبر ہو جاؤ گے تو ان کی صورت اور ان کا ڈیزائن آپ کو رام نرائن کر دے گا یعنی پریشان کر دے گا اور پھر اسے ریزائن دینا مشکل ہو جائے گا۔



بد نظری کے حرام ہونے کی دل نشیں توجیہ

اس لیے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ بد نظری کو حرام فرمادیا کہ کہیں میرے بندے کسی مشکل میں نہ پڑ جائیں اور ان کی نظر کسی ایسی شکل پر نہ پڑ جائے کہ اُس ڈیزائن کو ریزائن دینا مشکل ہو جائے اور ان کے دل کا قبلہ بدل جائے، نماز میں میرے سامنے کھڑے ہیں مگر دل میں اُسی حسین کی یاد آرہی ہے۔ اور نظر ڈالنا عمل ہے، فعل ہے، کام ہے۔ تو کام نہ کرو آرام سے رہو۔ کیوں بھئی! جب اللہ تعالیٰ ہمیں آرام دے رہے ہیں تو آرام سے کیوں نہیں رہتے؟ اپنے دل کو بے چین کرنا بھی حرام ہے۔

بتاؤ! کسی مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے یا نہیں؟ اور یہ نظر مارنے والے کا دل بھی مسلمان ہے یا نہیں؟ تو بد نظری کرنے والا اپنے دل کو تکلیف دے رہا ہے یا نہیں؟ یہ کتنی بڑی بات بتا رہا ہوں کہ مسلمان کو تکلیف دینا حرام ہے، اور جو کسی حسین کو یا حسینہ کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں تکلیف محسوس کرتا ہے کہ کاش! میری بیوی اس طرح کی ہوتی۔

بد نظری سے چین ملنا ناممکن ہے

شیطان سڑکوں والی کے لیے آنکھوں پر مسمریزم کرتا ہے اور اپنی بیوی کو کمتر دکھاتا ہے۔ اس لیے حلال کی چٹنی روٹی کو حرام کی بریانی سے بہتر سمجھو، حلال حلال ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے راضی ہے اور حرام حرام ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والا عمل کر کے اللہ کے بندے کا دل گندا ہوگا، اس کا دل ہر وقت پر اگندہ اور اقلندہ رہے گا۔ اس لیے بتا رہا ہوں کہ جو سانس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزرتی ہے مؤمن کی اس سانس سے بڑھ کر کوئی منحوس اور بُری گھڑی نہیں ہے جس گھڑی میں یہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے حرام لذت امپورٹ کرتا ہے، یہ مؤمن کی سب سے بُری گھڑی ہے اور اس وقت اس کے چہرے کو دیکھ لو، ایسا لگے گا جیسے جھاڑو پھر رہی ہے۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر لعنت کرے جو دوسروں کی بہو، بیٹیوں اور آمد لڑکوں کو دیکھتے ہیں، یہ لعنت ہر ایک پر ہے خواہ وہ دیکھے یا دکھائے یعنی حرام نظر ڈالے یا خود پر حرام نظر



ڈلوائے۔ تو لعنتی چہرے پر نور کا مشاہدہ ہو گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے شرط لگائی ہے کہ اے احمق اور گدھو! میری نافرمانی میں اور حرام لذت کے ڈھونڈنے میں اپنی زندگی کو تلخی حرام سے وابستہ کرنے والو! اور زندگی کو مصیبت زدہ کرنے والو! تم میرے اس فرمان کے نازل کرنے کے باوجود اس آیت کو کیوں بھول جاتے ہو کہ بالطف زندگی میرے ہاتھ میں ہے، مجھ کو خوش کرو، زمین اس آسمان والے کے تابع ہے، زمین پر وہی چین سے رہے گا جو آسمان والے کو خوش رکھے گا۔

عورتیں بھی ولی اللہ ہو سکتی ہیں

تو میرے دوستو! یہ آیت **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ** جو بندہ بھی چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے مردوں کو بھی نوازا اور عورتوں کو بھی نوازا، کسی عورت کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی کہ اللہ تعالیٰ میرا نام قرآن شریف میں بہت کم لیتے ہیں، جہاں جہاں مردوں کا نام ہے وہاں وہاں تمہارا نام خود بخود ہے۔

لیکن یہاں تو صاف صاف فرما دیا کہ جو نیک عمل کرے **مِنْ ذَكَرٍ أَوْ اُنْثَىٰ** مرد ہو یا عورت ہو **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** اور وہ مؤمن بھی ہو۔ اللہ اکبر! اللہ تعالیٰ نے دونوں کے لیے اپنی ولایت اور دوستی کا دروازہ کھول دیا جیسے مرد حسن بصری ہو سکتے ہیں تو عورتیں رابعہ بصریہ ہو سکتی ہیں، اگر مرد کو ولایت کا اعلیٰ مقام مل سکتا ہے تو عورتیں بھی ولی اللہ ہو سکتی ہیں مگر عمل صالح کریں اور غیر صالح عمل سے توبہ کر لیں۔ وی سی آر، ویڈیو، ریڈیو کے گانے اور ٹیلی ویژن کی لعنتیں گھر سے نکال باہر کرو۔

ٹی وی بیچنے کا شرعی مسئلہ

ٹی وی پر یاد آیا کہ اگر ٹیلی ویژن بیچنا ہو، گھر سے نکالنا ہو تو دارالعلوم کراچی کے مفتی عبدالرؤف صاحب کا فتویٰ ہے کہ ٹی وی عیسائیوں کو بیچ دو، کسی مؤمن کو نہ بیچو تا کہ وہ گناہ میں مبتلا نہ ہو، اللہ تعالیٰ اس کی ہمت و توفیق دے دے کیوں کہ اس سے بچے ضائع ہو رہے ہیں، ماں باپ، بیٹی اور بیٹے سب خرافات اور گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں۔ کیا اس سے اخلاق خراب نہیں ہوں گے؟ حیا کا جنازہ نہیں نکلے گا؟ حیا باقی رہے گی؟ لہذا ٹیلی ویژن بیچو تو عیسائی جعدار، بھنگی کے ہاتھ بیچو۔ ایک صاحب نے کہا کہ ان کے پاس پیسے کم ہوتے ہیں، تو میاں اگر ایمان بچانا ہے



تو اُس کو قسطوں پر دے دو، پیسہ ملنے کا آسرا تو ہے، ہزار پانچ سو روپیہ مہینہ باندھ دو یا اس کے بدلے اپنے یہاں صفائی کرواتے رہو، وہ بھی کہے گا کہ چلو مفت میں ملا۔

آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا... الخ کی ایک علمی شرح

تو اللہ تعالیٰ نے یہاں عمل صالح کو پہلے کیوں بیان کیا اور **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** کو بعد میں کیوں بیان فرمایا؟ اس کا ایک جواب علمی یہ آیا کہ عربی گرامر، عربی اصول کی رو سے حال ہمیشہ بعد میں ہوتا ہے اور ذوالحال پہلے بیان کیا جاتا ہے جیسے اہل عرب کہتے ہیں **جَاءَ زَيْدٌ رَاكِبًا عَلَى الْفَرَسِ** زید میرے پاس آیا گھوڑے پر سوار ہو کر تو یہ گھوڑے کی سواری **رَاكِبًا عَلَى الْفَرَسِ** جو حال ہے زید کا یہ بعد میں بیان ہوا ہے اور زید جو ذوالحال ہے یہ پہلے بیان ہوا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے عربوں کا دل خوش کرنے کے لیے اُن کے قواعد کی رعایت پر قرآن پاک نازل فرمایا۔ آج اہل عرب قرآن پاک کی سب سے زیادہ تلاوت کر رہے ہیں، اگر یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہ ہوتا تو جن کی زبان عربی ہے وہ یہی کہتے کہ ارے ایسی عربی تو ہم بھی رات دن بولتے رہتے ہیں لیکن آپ دیکھیے کہ مسجد نبوی میں اور حرم کعبہ شریف میں اہل عرب قرآن پاک کی کتنی تلاوت کرتے ہیں، اگر جماعت کھڑی ہونے میں پانچ منٹ بھی باقی ہیں تو فوراً قرآن شریف کھولیں گے اور تلاوت شروع کر دیں گے۔ کیوں صاحب! یہ عربی کے ماہرین ہیں، عربی ان کی مادری زبان ہے مگر ان میں کلام اللہ کی اتنی عظمت اور محبت کیوں ہے؟ ان کے دل میں بھی اس کی عظمت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ عربوں کا کلام نہیں ہے، خالق عرب والجمع کا کلام ہے۔

اعمالِ صالحہ کے مدارجِ ایمان کے مدارج پر موقوف ہیں

تو **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** کے **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** کے بعد ہونے کی ایک وجہ تو دل میں یہ آئی کہ حال بعد میں آتا ہے ذوالحال سے۔ اور دوسری وجہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ ڈالی کہ اعمالِ صالحہ کی خوبصورتی اور دردِ دل اور ذوقِ سجدہ اور ذوقِ اخلاص اور ذوقِ ایمان اور ذوقِ یقین کی ساری بنیاد **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** پر ہی ہے، تم جیسے مؤمن ہو گے ویسا تمہارا سجدہ ہو گا، ویسی تمہاری نماز ہوگی۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے یہاں حال کو اس لیے مؤخر کر دیا کہ اعمالِ صالحہ کی بنیاد اور اُس کی کیفیات



اور اُس کے مرتبوں کی بلندیاں اور اس کے مراتبِ عالیہ وابستہ ہیں ایمان کے مراتبِ عالیہ سے لہذا جیسا اعلیٰ درجے کا ایمان ہو گا ویسا ہی عمل بھی اعلیٰ درجے کا ہو گا۔

اسی لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اے لوگو! اگر میرا صحابی ایک مٹھی جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دے، ایک مٹھی گندم خرچ کر دے اور غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر دے تو غیر صحابی کا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرنا میرے صحابی کے ایک کلو جو اور گندم کو نہیں پاسکتا۔ کیوں؟ **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** تم مؤمن تو ہو مگر صحابہ جیسے مؤمن نہیں ہو۔ جس کا ایمان جس مرتبے کا ہو گا عمل صالح بھی اسی مرتبے کا ہو گا۔

تَوَهُوَ مُؤْمِنٌ حال ہے اور **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** میں جو **مَنْ** ہے یہ اس کا ذوالحال ہے۔ اس حال کے اندر بہت بڑے اسرارِ معرفت پوشیدہ ہیں کہ جیسا مؤمن ہو گا ویسا ہی اُس کا عمل صالح ہو گا۔ تو جتنا اچھا حال ہوتا ہے ذوالحال بھی اتنا ہی شاندار ہوتا ہے۔ نیک عمل کے ساتھ یہاں اللہ تعالیٰ نے **وَهُوَ مُؤْمِنٌ** کی قید لگا دی کہ جیسا تمہارا ایمان ہو گا ویسا ہی عمل صالح ہو گا، جتنا بڑا انجن ہو گا اتنی ہی بلندی پر اوز تم کو عطا ہوگی، جبو کا انجن ہو گا تو جمبو کی پرواز عطا ہوگی، ایئر بس کا انجن ہو گا تو ایئر بس کی پرواز عطا ہوگی۔ اگر کوئی گدھے پر سوار ہو کر آئے تو سمجھ لو کہ یہ راکب یعنی سوار کس مقام کا ہے، اور اگر گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تو سمجھ لو کہ راکب بھی کوئی چیز ہے، اور اگر مرسدیز کار پر آئے تو سمجھ لو کہ اس کا حال اور اچھا ہے اور اگر جمبو پر آئے تو سب سے اچھا حال ہے۔ تو حالات میں فرق ہوتا ہے، اسی کے بقدر ذوالحال میں فرق ہوتا ہے۔ جو مؤمن اچھے اعمال سے اللہ کو ہر وقت خوش رکھتا ہے اور ایک لمحہ بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا اس کا حال نہایت شاندار ہے۔

معصیت اور عمل صالح میں تضاد ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرطِ مثبت بیان فرمائی ہے **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** یعنی جو نیک عمل کرے لیکن اس شرطِ مثبت کے اندر شرطِ منفی موجود ہے۔ آپ بتائیے! جس وقت کوئی گناہ کرتا ہے اُس وقت اس کا شمار **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** کے اندر رہتا ہے؟ **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** یعنی جو اچھا عمل کرے تو حالتِ گناہ میں وہ **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** ہے یا غیر صالح عمل کر رہا ہے؟ تو کیا اس شرطِ



مثبت میں شرط منفی موجود نہیں ہے؟ پس مطلب یہ ہوا کہ جو عمل صالح کرے چاہے مرد ہو یا عورت، اس میں یہ منفی شرط موجود ہے کہ اگر گناہ میں رہو گے، غیر صالح عمل میں رہو گے تو **مَنْ عَمِلَ صَالِحًا** نہیں رہو گے، پھر میرا بالطف حیات دینے کا وعدہ تمہیں کیسے ملے گا، **فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** ہم ضرور بالضرور اُس شخص کو بالطف حیات دیں گے جس کی ہر سانس عمل صالح میں مشغول ہے، جس کی حیات عمل صالح میں مشغول ہے، جس کی زندگی عمل صالح میں مشغول ہے، اور وہ مؤمن بھی ہو، یہاں عمل صالح کے ساتھ ایمان کی شرط ہے کیوں کہ ایمان جیسا ہو گا عمل صالح بھی ویسا ہو گا۔ اسی لیے اب کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے برابر نہیں ہو سکتا کیوں کہ اب قیامت تک صحابہ جیسا ایمان کوئی نہیں پاسکتا لیکن اس زمانے میں جس کی جتنی عظیم الشان ایمانی کیفیت ہوگی اتنا ہی عظیم الشان اس مومن کا درجہ ہو گا۔

خانقاہوں میں جانے کا مقصد کیا ہے؟

اسی ایمانی کیفیت کے لیے ہم خانقاہوں میں اہل اللہ کی خدمت میں جاتے ہیں، کسی پیر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ فجر کی فرض نماز کی دو رکعت کو چار کر دے یا عصر کی چار فرض کو دو کر دے۔ ہم وہاں مقدار کے لیے نہیں جاتے، کمیات کے لیے نہیں جاتے، ہم مغرب کی تین رکعت کو ساڑھے تین کرنے کے لیے خانقاہ نہیں جاتے لیکن تین رکعت کیسے ادا ہونی چاہیے، کس درددل سے ادا ہونی چاہیے وہ درددل لینے ہم خانقاہوں میں جاتے ہیں، ہم کیفیاتِ درددل، کیفیاتِ احسان، کیفیاتِ اخلاص، کیفیاتِ خشیت، کیفیاتِ محبت کے لیے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت سیکھنے جاتے ہیں تاکہ ہمارا سجدہ سجدہ ہو جائے، جب منہ سے **سُبْحَانَ رَبِّيََ اَلْاَعْلٰی** نکلے کہ اے میرے پالنے والے! آپ بہت عالی شان ہیں، پاک ہیں، اور جب **سُبْحَانَ رَبِّيََ الْعَظِيْمِ** نکلے کہ اے میرے پالنے والے! آپ پاک بھی ہیں اور عظیم الشان بھی ہیں تو جب کیفیاتِ احسان حاصل ہوں گی پھر ایک ایک لفظ میں مزہ آئے گا تب آپ کو خدا کے حضور ایک سجدہ دو سو سلطنت سے افضل معلوم ہو گا۔ اسی لیے اولیاء اللہ کی دو رکعت، عارفین کی دو رکعت غیر عارفین کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہوتی ہے، ہمارے دادا پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عارفین یعنی جنہوں نے اللہ کو پہچان لیا، جن کے سجدے عظمتِ الہیہ، خشیتِ الہیہ



اور محبتِ الہیہ کے پیش نظر ہوتے ہیں ان کی دو رکعت عام آدمی کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہوتی ہے اور ان کا سجدہ دو سو ملک سے افضل ہوتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں۔

لیک ذوقِ سجدہ پیشِ خدا
خوشتر آید از دو صد دولت ترا

اللہ تعالیٰ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ مولانا رومی کے کلام کی بلاغت دیکھو! فرماتے ہیں کہ اے ظالمو! اے بد نظری کے شکار یو! اور مُردوں پر مرنے والے کر گسو! اور اوقاتِ زندگی کو تباہ کرنے والو! اور اپنے مولیٰ کے غضب و قہر میں انفاسِ زندگی گزارنے والو! سنو! اگر اللہ کے حضور میں اللہ والوں کا سجدہ تمہیں نصیب ہو جائے اور دل کو بینائی عطا ہو جائے اور دل کے موتیا پن اور گناہوں کے خبیث ماڈوں کا آپریشن ہو جائے تو اُس دن تم کو ایک سجدے میں اتنا مزہ آئے گا کہ خدا کے حضور وہ ایک سجدہ دو سو سلطنت سے بھی افضل معلوم ہو گا۔ یہ ہے کمائی، اس کا نام ہے زندگی۔

نعمت برائے شکر اور منعہم برائے ذکر ہے

کپڑے پہن کے فخر کرنے والو! ایک دو سال کے بعد وہ کپڑا جمعہ ار لے جائیں گے اور کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دیں گے جہاں کتے اُس پر پیشاب کریں گے۔ اگر یہ چیزیں آپ کے فخر کی ہیں تو آپ کی قابلِ فخر چیز پر کتا موت رہا ہے۔ اور شامی کباب اور بریانی اور پلاؤ کی مستیاں اور اُس کی خوشبو سے جھوم جھوم کر کھانے والو! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوشبودار کھانے کھا کر لیٹرین میں بدبودار مال کیوں نکال رہے ہو۔

معلوم ہوا کہ نعمت تو کھاؤ مگر نعمت سے دل نہ لگاؤ، دل نعمت دینے والے سے لگاؤ، نعمت برائے شکر ہے برائے ذکر نہیں ہے اور نعمت دینے والا برائے ذکر ہے۔ **فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ** **وَأَشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ** اس آیت میں اللہ کا ذکر پہلے ہے اور نعمت کا شکر بعد میں ہے۔



عمل صالح پر بالطف حیات کا وعدہ

اللہ تعالیٰ آگے فرما رہے ہیں **فَلَنْ نَحْيِيَنَّهٗ** یہ جزا ہے، پہلے شرط بیان کی کہ جو عمل صالح کرے گا اور غیر صالح عمل سے اپنے کو بچائے گا اور زخمِ حسرت کھائے گا، خونِ آرزو پیے گا، شکستِ آرزو سے شکستِ دل اختیار کرے گا میں اُس کے ٹوٹے ہوئے دل میں بالطف حیات دینے کی ضمانت لیتا ہوں۔ **فَلَنْ نَحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً** ہم ضرور بالضرور اُس کو بالطف زندگی دیں گے۔ عربی گرامر والے جانتے ہیں کہ یہاں لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ ہے جو انتہائی تاکید کے لیے آتا ہے یعنی ہم اُس کو ضرور بالضرور بالطف زندگی دیں گے۔ تفسیر بیان القرآن میں یہ حکیم الامت کا ترجمہ ہے۔

تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس اندازِ بیان پر فدا ہو جاؤ کہ کس اندازِ بیان سے اللہ تعالیٰ نے ہماری بالطف حیات کی کفالت و ضمانت قبول فرمائی ہے کہ اگر تم نیک عمل کرو گے اور بُرے عمل نہ کرو گے، غیر صالح عمل نہ کرو گے تب میں تمہاری بالطف حیات کا ذمہ لیتا ہوں ورنہ حلال و حرام کیسے جمع ہو جائیں کہ تم حرام لذت بھی اٹینٹھے رہو اور ہم تم کو حلال لذت بھی دے دیں، میرے غضب کے راستے سے میری نعمت مانگتے ہو، حماقت کی کوئی حد ہے لہذا پہلے گناہ چھوڑو، پہلے نافرمانی چھوڑو، پہلے نہاؤ، پاک صاف ہو جاؤ پھر عود کا عطر لگاؤ، ورنہ گندگیوں میں، پسینیوں میں اور بدبودار ماحول میں عود کی خوشبو کا احساس بھی نہ ہو گا۔

تو اے غیر شریفانہ حرکت کرنے والو اور اے نادانو! تم نافرمانی میں کہاں لطف لے رہے ہو جبکہ خالقِ حیات کا قرآنِ پاک میں اعلان ہے کہ بالطف حیات تو عمل صالح میں ہے اور اللہ سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے اور تیرا نفس جھوٹا ہے جو تجھے بارہا گناہوں کی خندق میں گرا چکا ہے اور حرام مزے کے لیے تجھے ذلیل و خوار کر کے تیری زندگی کو تلخ اور بد مزہ کر چکا ہے۔

بد نظری کے خلاف جہادِ کارِ تجدید ہے

تو دوستو! یہ عرض کر رہا ہوں کہ واللہ! اگر زندگی کا مزہ لینا چاہتے ہو تو یہ مزہ ناف کے نیچے نہیں ہے، گٹر لائنوں میں، اللہ کے غضب اور قہر کے اعمال میں نہیں ہے، بعض لوگ اس بد نظری کو معمولی گناہ سمجھتے ہیں، یہ بے وقوف لوگ ہیں، ان کی عقل میں نور نہیں ہے کیوں کہ



سارے گناہوں کی جڑ بد نظری ہے، دل وہیں سے غیر اللہ میں پھنستا ہے، وہیں سے مولیٰ سے چھوٹتا ہے، بد نظری کے نقطہ آغاز، زیر و پوائنٹ ہی سے پینٹ اُترتی ہے۔ یہ اتنی خبیث بیماری ہے کہ اس کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آنکھوں کا زنا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں دونوں سے فرما دیجیے کہ نظری کی حفاظت کرو۔ کیوں کہ اس سے دل کا قبلہ بدل جاتا ہے، اب نماز میں لاکھ کہو کہ منہ میرا کعبہ شریف کی طرف تو سینہ تو کعبہ شریف کی طرف رہے گا مگر دل کہیں اور رہے گا۔

الحمد للہ! حکیم الامت کے صحبت یافتہ اور حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور میرے مرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ حضرت حاجی افضل صاحب جن کی عمر اس وقت تقریباً نوے سال کی ہوگی ایک زمانہ تھانہ بھون میں رہے ہیں، انہوں نے لاہور میں غلام سرور صاحب اور میرے سب احبابِ خصوصی سے میری غیر موجودگی میں ایک بات کہی اور جب میں لاہور گیا تو ان لوگوں نے مجھے خوشخبری سنائی کہ حاجی افضل صاحب نے یہ کہا کہ اس زمانے میں حکیم محمد اختر نظری کی حفاظت کے مضمون کا مجھ سے اللہ والوں کی ان خوشخبریوں کو میں اپنے حق میں دعا سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھ کو ایسا ہی بنا دیں، اپنے بڑے کوئی بات کہہ دیں تو خود کو اس کا مستحق سمجھو، یہ کہہ دو کہ یہ بزرگوں کی دعائیں ہیں، نیک فالیاں ہیں۔

حفاظتِ نظرِ تقویٰ کی سرحدوں کی حفاظت ہے

میں بد نظری کے مرض پر اس لیے زیادہ زور دیتا ہوں کیوں کہ یہ گیت ہے، یہ ہمارا واگہ بارڈر ہے، اگر ہم سرحد پر پولیس نہ رکھیں تو کسی بھی وقت دشمن سرحد کے اندر آجائے گا، ساری دنیا کی ملکیتیں اور سلطنتیں اپنے اپنے بارڈر پر سیکورٹی اور فوج رکھتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے بھی ہماری آنکھوں کے بارڈر پر غرض بصر کی سیکورٹی رکھی ہے مگر جب اختر اس کو بیان کرتا ہے تو بعض لوگ ہنستے ہیں کہ ان کے یہاں تو بس یہی ایک مضمون ہے۔ آپ بتائیے کہ میں یہ سیکورٹی کیسے ہٹا دوں، جو لوگ سچے مخلص ہیں جن کو بد نظری اور حرام فعل سے بچنا اور ولی اللہ بننے کا شوق ہے ان سے پوچھو، میرے مضمون کی قدر کرو۔ ورنہ جو پاخانے کے کیڑے ہیں وہ میرے عود کی خوشبو کی ناقدری کرتے ہیں۔



چنانچہ لڑکیوں کے ایک اسکول کے پرنسپل نے جب حفاظتِ نظر کا یہ مضمون سنا تو کہا کہ صاحب یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ نظر ہی نہ ڈالیں، ہمارے یہاں تو ہر وقت لونڈیاں آتی ہیں، ہر قسم کے لباس میں، مختلف قسم کے ڈیزائن میں، ہم تو یہی ڈیزائن دیکھتے رہتے ہیں، ہمیں آپ کا یہ مضمون پسند نہیں آیا۔ بس میں سمجھ گیا کہ بد نظری سے اس کا دل اور دماغ سڑ گیا ہے اس لیے عود کے مضمون میں اس کو خوشبو محسوس نہیں ہوئی۔ عود کا عطر سب سے مہنگا بکتا ہے مگر زکام کے مرض والے سے کیا کہیں۔ بہر حال جن کو میری پروا نہیں ہے مجھ کو بھی ان کی پروا نہیں ہے۔

بعض لوگ ایسے آئے کہ میرے ایک دو مضمون سنے اور کہا کہ بھی! وہاں تو بس ہر وقت نظر بچانے کی بات ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر نظر نہیں بچاؤ گے تو ہماری سرحدیں پولیس چوکیوں سے خالی ہو جائیں گی اور دشمن جب چاہے گا اندر گھس جائے گا، بد نظری کے مرض کے بیان پر مذاق اڑانے والا وہ بے وقوف ہے جو کسی سلطنت کی سرحدی چوکیوں کو ناگواری اور حقارت سے دیکھ رہا ہے کہ کیا پوری سرحد پر جگہ جگہ چوکیاں بنی ہوئی ہیں، ایئرپورٹ پر بھی تھوڑی تھوڑی دور پر چوکیاں بنی ہوتی ہیں اور پولیس والے بندوق لیے کھڑے ہوتے ہیں، ان سے بھی کہو کہ بھی تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ کیوں وقت ضائع کرتے ہو؟ حکیم اختر کے شاگرد معلوم ہوتے ہو جو ایئرپورٹ کی سرحدوں کی حفاظت کر رہے ہو، معلوم ہوتا ہے خانقاہ گلشن سے تمہارا کنکشن اور رابطہ ہے۔

اللہ کے عشاق کی نقل سے اللہ کی محبت بڑھتی ہے

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس گول ٹوپی میں ایک بڑے تاجر یہاں سے برطانیہ گئے اور برطانیہ کی ایک مسجد میں جب داخل ہوئے تو ٹوپی دیکھتے ہی ایک شخص نے کہا کہ کیا کراچی کے گلشن اقبال سے تعلق ہے؟ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ایک شخص کی گول ٹوپی دیکھ کر وہاں بھی لوگوں نے کہا کہ بھی کیا آپ کا تعلق گلشن اقبال کراچی سے ہے؟ ہم جو یہ ٹوپی پہنتے ہیں تو اپنے اکابر حضرت تھانوی، حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی کی نقل کرتے ہیں گو ہم اس کو واجب نہیں کہتے، شریعت میں ہم دخل نہیں دیتے لیکن ہم اپنے بزرگوں کی نقل کرتے ہیں، اور اس کو ہم اس لیے اچھا سمجھتے ہیں کیوں کہ ہمیں وہ لباس محبوب ہے جو ہمارے بزرگوں



کالباس ہے، محبوب کالباس بھی محبوب ہوتا ہے۔ تم جب سینما دیکھ کر نکلتے ہو تو فلم ایکٹروں کی طرح کمر پر ہاتھ رکھ کر کیوں مٹکتے ہوئے نکلتے ہو؟ اس لیے کہ تم اُن کی نقل کرتے ہو، اسی طرح ہم اللہ کے عاشقوں کی نقل کرتے ہیں، نقل باز تم بھی ہو نقل باز ہم بھی ہیں لیکن تم فساق کی نقل کرتے ہو اور ہم عشاق کی نقل کرتے ہیں۔

اللہ کے عاشقوں کی نقل کرنے سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے، ہم شریعت میں اضافہ نہیں کر سکتے نہ کسی مُرشد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ غیر واجب کو واجب کر دے یا مغرب کی تین رکعت کو ساڑھے تین کر دے، مقادیر شریعت تو وہی رہیں گے جو عہدِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نازل ہوئے مگر محبت کی کمی سے اُس مقدار شریعت میں اور تعداد شریعت میں کیفیت بدلتی جا رہی ہے۔ صحابہ کے زمانے میں جو کیفیات تھیں آج وہ کیفیات نہیں ہیں، بھاپ وہ نہیں ہے، اسٹیم وہ نہیں ہے، جبو جہاز وہی ہو لیکن اگر پیٹرول کم ہو، اسٹیم کم ہو تو انجن کتنا ہی شاندار ہو وہ مال گاڑی ہی رہے گا، تیز گام نہیں ہوگا۔

چائگام کے نام کی ایک دلچسپ شرح

تیز گام پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ بنگلہ دیش کے شہر چائگام میں جب میرے مُرشد شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم وعت فیوضہم پہنچے تو چائگامیوں سے فرمایا کہ اے چائگام کے رہنے والو! چائگام کے معنی بھی معلوم ہیں؟ یہاں ایک لفظ مخدوف ہے اور وہ ہے اولیاء۔ گام معنی قدم، جیسے کہتے ہیں تیز گام یعنی تیز چلنے والی ریل، اصل میں چائگام ہے چاٹ گام اولیاء یعنی اللہ والوں کے قدم چاٹو یعنی اُن کا ادب کرو، اُن سے محبت کرو اور اُن کے ساتھ چمٹے رہو۔

اولیاء اللہ باعتبار روح عرشِ اعظم سے رابطہ رکھتے ہیں

قدم سے ایک واقعہ یاد آیا۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ ایک چیونٹی نے درخواست کی کہ اے خدا! میں کعبہ حاضر ہونا چاہتی ہوں مگر میری رفتار اور میری کمزوریوں سے آپ باخبر ہیں، آپ ہی نے تو مجھے چیونٹی بنایا ہے، باز شاہی بھی نہیں بنایا اور کبوتر بھی نہیں بنایا کہ میں اڑ کر پہنچ جاؤں۔ آواز آئی کہ ایک کبوتر کعبہ شریف سے بھیج رہا ہوں، وہ کبوتر حرم ہے، اُس کو



عام کبوتر مت سمجھنا۔ بس اس کے قدموں سے لپٹ جانا، جب وہ حرم پہنچے گا تو تم بھی اس کے قدموں سے لپٹے رہنے کی برکت سے حرم پہنچ جاؤ گی۔ تو اولیاء اللہ بھی کبوتر حرم ہوتے ہیں اگرچہ عجم میں ہوں مگر باعتبار قلب اور روح کے وہ کبوتر حرم ہوتے ہیں، جسم اُن کا فرش پر ہوگا مگر اپنے قلب و جاں سے وہ عرشِ اعظم پر رہتے ہیں اور صاحبِ عرشِ اعظم سے رابطہ رکھتے ہیں اگرچہ اُن کا جسم یہیں آپ کے ساتھ ہوگا۔ اب کوئی کہے کہ اپنا جسم اڑا کے دکھاؤ، اگر اُن کے جسم اڑ جاتے تو آپ کا جسم دنیا ہی میں دھرا رہتا۔

پہلے مرشد کے بعد دوسرے مرشد کی ضرورت

جو ڈول دوسری ڈولوں کو نکالنے کے لیے کنویں میں ڈالی جاتی ہے وہ کنویں ہی میں رکھی جاتی ہے تاکہ دوسری گری ہوئی ڈولوں کو اپنے کڑوں میں پھنسا پھنسا کر نکالے، اگر وہ ڈول کنویں سے ہٹادی جائے تو دوسری گری ہوئی ڈولوں کو نکال نہیں سکتی، اسی لیے اللہ والے آپ کے پاس رہتے ہیں، چنانچہ جب مرشد کا انتقال ہو جائے تو فوراً دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہیے، یہ تصور بالکل غلط ہے کہ پہلے شیخ قبر سے فیض جاری کرتے رہیں گے۔ اور جو شخص ایک مرشد کے انتقال کے بعد دوسرا مرشد کرتا ہے تو:

أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا ۗ

اللہ اُن کو ڈبل اجر دے گا کیوں کہ انہوں نے صبر کیا اور مجاہدہ کر کے دوسرے مرشد سے تعلق قائم کیا۔ آپ بتائیے کہ کوئی جہاز اڑنے والا ہو کہ معلوم ہوا کہ اس پر کوئی پائلٹ نہیں ہے تو مسافر اس پر سے اتر کر بھاگیں گے یا نہیں؟ کیوں کہ وہ دیکھ رہے ہیں کہ پائلٹ نہیں ہے اگرچہ بڑے بڑے سائنس دان کہہ رہے ہیں کہ صاحبِ آپ کیوں ڈرتے ہیں؟ جہاز کا پائلٹ قبرستان سے توجہ ڈال رہا ہے، جہاز کو فیضانِ باطنی سے قبرستان سے اڑا رہا ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہم ایسے فیضانِ باطنی کو نہیں مانتے، فیضانِ باطنی والے کا ظاہری جسم بھی ہونا چاہیے۔ لہذا جب اللہ تعالیٰ شیخِ اول کو بلا لے تو دوسرا شیخ تلاش کرو۔ اس کا ثبوت **كُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** کی آیت سے ملتا



ہے، جب شیخ اول کا انتقال ہوا تو آپ بے صادقین ہو گئے، اب دوسرا شیخ تلاش کرو کیوں کہ **كُونُوا** امر ہے اور امر بنتا ہے مضارع سے اور از روئے قواعد عربیہ مضارع میں دو زمانہ ہونا ضروری ہے حال اور مستقبل یعنی آخری سانس تک اللہ والوں کا سایہ سر پر رکھو، یہ کبھی مت سوچو کہ اب ہمیں شیخ کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر بڑے نہ ہوں تو برابر والوں سے مشورہ کرو، برابر والے بھی نہ ہوں تو اپنے چھوٹوں سے مشورہ لو۔ میرے شیخ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کوئی نہ ملے تو اپنے بیٹے مولانا مظہر میاں سے مشورہ کر لیا کرو۔ اب بتاؤ باپ کو حکم دینے والا یہ شیخ کتنا اونچا ہو گا، کمال ہے میرے شیخ کا کہ باپ کو مقید کر رہا ہے کہ کوئی نہ ملے تو اپنے بیٹے سے مشورہ کر لو، اور میں نے جب بھی اپنے بیٹے مولانا مظہر میاں سے مشورہ کیا، فائدہ اٹھایا۔

تو دوستو! یہ بتا رہا ہوں کہ زندگی بھر اللہ والوں سے پنڈ (جسم) پھڑانے کی کوشش مت کرو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں بھی حکم دیا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو اور جنت کے بارے میں بھی فرمایا ہے کہ وہاں بھی پنڈ نہیں چھوٹے گا، مولویوں کو وہاں بھی تلاش کرنا پڑے گا۔ دلیل کیا ہے؟ **فَادْخُلِي فِي عِبْدِي** شجاؤ میرے خاص بندوں سے ملو، میرے عاشقوں سے ملو جو جامع الظاہر و الباطن ہیں، جو ظاہر شریعت پر بھی عمل کرتے ہیں اور باطن میں، اپنے قلوب میں میرا دردمت اور خشیت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ میرے عاشقین ہیں۔

اللہ کی محبت کے بغیر علم کی لذت نہیں مل سکتی

رس گلہ ایک مٹھائی کا نام ہے، یہ اصل میں گولائے رس تھا، پھر رس گولا ہوا پھر بگڑتے بگڑتے رس گلہ ہو گیا۔ اگر علمائے دین کے دل میں اللہ کا عشق نہ ہو تو علم کا گولا تو ہے مگر اس میں اللہ کی محبت کا رس نہیں ہے لہذا اگر رس گلہ کھانا ہے تو عالم عاشق کو تلاش کرو یعنی جو عالم اللہ کا عاشق بھی ہو، عشق کے رس کے ساتھ جب علم کا گولا کھاؤ گے تو پھر کبھی علمائے دین کا مذاق نہیں اڑاؤ گے، پھر کہو گے کہ ہمیں تو خبر بھی نہیں تھی کہ اللہ کی محبت کا رس کیسا ہوتا ہے، ہمیں تو آج تک بغیر رس والے گولے ملے تھے، خشک مٹا ظاہر ملے تھے، آج معلوم ہوا کہ



اللہ والے عالم کیسے ہوتے ہیں۔ جب رس گلہ کھاؤ گے تو گلہ بھی ملے گا اور رس بھی ملے گا۔ جب عالم عاشق مل جائے گا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر فدا ہو جاؤ گے کہ ہمیں تو خبر بھی نہیں تھی کہ اللہ والوں کے پاس یہ مزہ ملتا ہے۔

پوچھ لو ان سے جو اختر کے پاس وقت لگا رہے ہیں حالاں کہ اختر اللہ تعالیٰ کے عاشقوں کا ادنیٰ غلام ہے مگر ذرا ان لوگوں سے پوچھو جو میرے پاس چلے لگا رہے ہیں کہ اختر کے پاس کیا مزہ آرہا ہے۔ ابھی پندرہ بیس دن ہوئے برطانیہ سے ایک لڑکا آیا ہے، باٹلی میں رہتا ہے، اُس سے پوچھو کہ تمہیں برطانیہ میں زیادہ مزہ آرہا تھا یا یہاں زیادہ مزہ آرہا ہے اور میرے سامنے بھی مت پوچھو کہ میرے منہ پر میری بات کرے گا، تنہائی میں پوچھو کہ سچ سچ بتاؤ کہ تمہیں کہاں زیادہ مزہ آیا؟ اور ابھی امریکا سے ایک لڑکا آیا تھا ضیاء الرحمن، وہ بھی روتا ہوا گیا ہے۔ میں ان کو حلوہ پوری نہیں کھلاتا بلکہ کڑوی باتیں بتاتا ہوں کہ گناہوں کو چھوڑ دو، ویڈیو چھوڑ دو، ٹی وی چھوڑ دو لیکن پہلے اللہ کی رحمت سے ان کو محبت کا ایسا نشہ پلا دیتا ہوں کہ گناہ چھوڑنا ان کو لذیذ ہو جاتا ہے۔ جب اللہ کی محبت دل میں آتی ہے تو ٹی وی کیا وہ غیر اللہ کی ہرزنجیر توڑ دیتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! اگر تم اللہ کی نافرمانی کی، رومانٹک دنیا کی دوسوزنجیریں لاؤ گے تو ہم دوسوزنجیریں توڑ دیں گے اور کسی حسین کو دیکھیں گے بھی نہیں، لیکن اگر اللہ کی محبت کی زنجیریں لاؤ گے تو جلال الدین اُس میں گرفتار ہونے کے لیے مشتاقانہ منتظر ہے۔ آہ کیا پیارا شعر ہے!۔

غیر آں زنجیرِ زلفِ دلبرم

گر دو صد زنجیرِ آری بردرم

اے دنیا والو! بصدقہ و طفیل شمس الدین تبریزی کے جلال الدین رومی کا ایمان اور اللہ کی محبت کا عہد و پیمانہ اتنا مضبوط ہو چکا ہے کہ اگر تم دنیا کے حسینوں کی، رومانٹک دنیا کی دوسوزنجیریں لاؤ گے تو میں سب زنجیروں کو توڑ دوں گا لیکن اگر میرے محبوب، میرے دلبر، میرے پیارے اللہ کی زنجیر شریعت اور زنجیر احکام الہیہ لاؤ گے تو اپنی گردن میں اللہ کی محبت کے احکام کا طوق شوق سے ڈالوں گا اور زنجیر شریعت کو سر آنکھوں پر رکھوں گا اور حکم الہی کو نہیں توڑوں گا، اسی کا نام تصوف ہے۔ جو ظالم اپنا دل نہیں توڑتا اور حرام لذتیں چکھتا ہے یہ ظالم دل کو برباد کرنے والا ہے،



اللہ کے قانون کو توڑ کر جو دل کو حرام لذتیں دے رہا ہے اس کا کیا تصوف ہے، یہ زندگی کو ضائع کر رہا ہے، جب موت آئے گی تب پتا چلے گا کہ آہ ہم نے کس سے توڑا تھا اور کس سے جوڑا تھا۔

بقول دشمنِ پیمانِ دوست بشکستی

ہیں کہ از کہ بُریدی وبا کہ پیوستی

شیطان دشمن کے کہنے پر دوست یعنی مولیٰ سے تعلق توڑ رہا ہے اور شیطان دشمن سے تعلق جوڑ رہا ہے، ارے ظالم! یہ تو دیکھ کہ کس سے جوڑا اور کس سے توڑا۔ سُن لو! قبر میں کوئی تمہارے کام نہیں آئے گا بلکہ دنیا ہی میں جب بوڑھے ہو جاؤ گے تو کوئی نہیں پوچھے گا لیکن اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے عاشق ہر حالت میں پوچھتے ہیں، غریب کو بھی اللہ ملتا ہے، امیر کو بھی، بادشاہ کو بھی، عالم کو بھی اور غیر عالم کو بھی، جو چاہے اللہ کا ولی بن سکتا ہے کیوں کہ مسلمان کے پاس ایمان تو ہے ہی اب وہ اپنے ایمان میں ایک جُز اور شامل کر لے اور وہ ہے تقویٰ۔ یہ دو کیمیکل کی عجیب ٹیکنالوجی بتا رہا ہوں کہ ایمان کے کیمیکل میں تقویٰ کا کیمیکل داخل کر دو بس ولایت کا کیمیکل بن گیا۔

ولایت کے دو اجزا

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں اپنا ولی بننے کے دو ہی جز تو بتائے ہیں، دو ہی کیمیکل ہیں تیسرا نہیں ہے کہ اے ایمان والو! اگر تم متقی ہو جاؤ اور گناہ چھوڑ دو تو بس تم میرے ولی ہو۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں:

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٦﴾

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١١٧﴾

غور سے سُن لو! میرے اولیاء وہی ہیں جو ایمان لانے کے بعد گناہوں سے اپنے کو محفوظ کر لیں۔ حرام لذتوں سے اپنی شرافتِ طبعیہ اور حیا و شرم کے سبب وہ مجھ سے شرمائے کہ کب تک مالک کو ناراض کر کے حرام لذت ٹھونسوں گا؟



مال خرچ کرنے کے بہترین مصارف

تقریر ختم ہو گئی۔ اب کچھ ضروری اعلان کرنا ہے۔ ان لوگوں سے کہتا ہوں جو مجھ سے بیعت ہیں کہ اللہ کے دین پر خرچ کرنے کی عادت ڈالیں، یہی کام آئے گا، باقی سب مال یہیں رہ جائے گا۔ جہاں کسی متقی عالم کا دارالعلوم بن رہا ہو، مسجد یا مدرسہ بن رہا ہو، اللہ کے دین کی نشرو اشاعت کے لیے کتابیں چھپ رہی ہوں تو اللہ کے دیے ہوئے مال کو ان ہی کے راستے میں خرچ کرو اور اپنی آخرت بنا لو۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ مجھے کہیں سے پیسہ ملنے والا ہے، میں اُس کا انتظار کر رہا ہوں مگر وہ کام ابھی ہو نہیں رہا۔ میں نے کہا کہ ذرا قرآن شریف کی اس آیت پر نظر ڈالو **إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ** اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، اور تم انتظار کر رہے ہو کہ پہلے میرا کام ہو جائے، پہلے اللہ میاں مدد بھیج دیں تب میں اللہ کو اپنا مال پیش کروں گا۔ تم تو قرآن شریف کی آیت کے خلاف جارہے ہو۔

بولو بھئی! اس آیت میں **إِنَّ تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ** مقدم ہے یا نہیں؟ یعنی اگر تم اللہ کے دین کے پھیلانے میں، دین کے دارالعلوم اور دین کے مدرسے قائم کرنے میں، دینی کتابوں کی نشرو اشاعت میں مدد کرو گے **يَنْصُرْكُمْ** تب اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ تو پہلے کس کا تذکرہ ہے؟ جو تمہارے پاس ہو پہلے وہ نکالو، بڑی مرغی کا انتظار نہ کرو جو چھوٹا چوزہ موجود ہے وہی قربان کر دو۔ اب یہ کہہ رہا ہے کہ میرا چوزہ بڑھ کر مرغی ہو جائے تب ہم اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔ بھئی! اللہ تعالیٰ تو ہمارا چوزہ بھی قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تم پانچ روپیہ دو اللہ کے یہاں وہ بھی قبول ہے، اُس کو حقیر مت سمجھو۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے والی بڑھیا تھوڑا سا پیسہ لے کر گئی تھی، لوگوں نے کہا کہ اس پیسے سے مصر کے بازار میں حضرت یوسف علیہ السلام نہیں ملیں گے، اُس نے کہا کہ مجھے بھی یقین ہے کہ وہ اتنے سستے نہیں ہیں مگر کم از کم کل قیامت کے دن میرا نام



حضرت یوسف علیہ السلام کے خریداروں میں تو لکھا جائے گا۔ تو کوئی شخص بھی اپنے کو محروم نہ سمجھے، دین کے کام میں جو پانچ روپیہ دے سکتا ہے وہ پانچ روپیہ دے دے مگر جو پانچ ہزار دے سکتا ہے تو سمجھ لو کہ جس دروازے سے ہوا جس اسپید سے آرہی ہو اُس ہوا کے نکلنے کا دروازہ بھی اتنا ہی بڑا ہونا چاہیے، اگر ہوا کے نکلنے کا دروازہ چھوٹا ہو گا تو بڑے دروازے سے جو ہوا آرہی ہے اس کی اسپید بھی کم ہو جائے گی۔ اسی طرح جو کماتا تو زیادہ ہے مگر اللہ کی راہ میں تنگی سے دیتا ہے اس کی عالم غیب سے روزی بھی تنگ ہو جائے گی، اللہ کے یہاں یہ چالاکی نہیں چلے گی، جیسی اللہ تعالیٰ کے پاس سے آمدنی کی ہوا آرہی ہے اُسی مقدار سے رفت کی ہوا ہونی چاہیے تاکہ عالم غیب سے اسی مقدار میں دوسری روزی آتی رہے۔

آپ جتنی بہت کے ساتھ اللہ کے دین کی مدد کریں گے اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بالکل کنگال ہو جاتے، ان کے بیوی بچے بھوکے مر جاتے کیوں کہ انہوں نے اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں دے دیا تھا مگر میں یہ نہیں کہتا کہ سب مال دے دو کیوں کہ ہر شخص کا ایمان صدیق اکبر جیسا نہیں۔ بس اپنے اپنے ایمان اور حوصلے کے لحاظ سے اللہ کی راہ میں اپنا مال پیش کرو۔

اب دعا کرو کہ اللہ ہم سب کو سلامت رکھے اور صحتِ جسمانی و روحانی ہم سب کو عطا فرمائے اور دونوں جہاں میں عافیت عطا فرمائے اور ہم سب کی جائز حاجتیں پوری فرمائے، مردوں کی جائز حاجتیں بھی اور عورتوں کی جائز حاجتیں بھی اللہ تعالیٰ پوری فرمادے اور اللہ ہم سب کو اپنے گروہ اولیاء میں شامل فرمادے اور گناہ سے دل کو نفرت دے دے، طہارت دے دے اور جسم کو حفاظت دے دے۔ بس بے مانگے دو جہاں دے دے، آمین۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ



انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین امت کا وہ اعلیٰ ترین طبقہ ہے جس کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔ ان کو یہ اونچا درجہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے عطا ہوا۔ یہ اسی صحبت نبوی کا اعجاز ہے کہ کسی امتی کا اعلیٰ ترین عمل بھی صحابہ کے ادنیٰ عمل تک نہیں پہنچ سکتا۔ عام طور پر تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو بہت زیادہ نیک عمل کرتا ہے اس کا ایمان بھی بہت اونچے درجہ کا ہوتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی جس کا ایمان جتنے اونچے درجے کا ہوتا ہے اس کا نیک عمل بھی اتنا ہی اعلیٰ درجے کا ہوتا ہے۔

شیخ العرب والجمع عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مقالہ ”ایمان اور عمل صالح کا ربط“ میں قرآن پاک کی تفسیر اور احادیث مبارکہ کی نزو سے بالکل انوکھے اور منفرد انداز میں اس بات کو واضح فرمایا ہے کہ چونکہ عمل صالح میں وزن ایمان کے درجات کے حساب سے بڑھتا ہے، اسی مقصد کے حصول کے لیے اللہ والوں کی صحبت اختیار کی جاتی ہے کیوں کہ یہ ایمان میں ترقی کا نہایت قوی محرک اور مؤثر ذریعہ ہے۔

www.khannqah.org

پانچواں

کتاب خانہ مظہریہ

مکتبہ اعلیٰ اسلامیہ پاکستان، ضلع حیدرآباد، سندھ

